* زاہد منیر عامر

دیوان میر سوز اور الحاقات

(ایک مخطوطے کا تعارف)

سید محمد میر سوز ۱۱۳۶ھ/۱۷۲۳-۲۴ء کو دہلی میں پیدا ہوئے انہوں نے فارسی اور عربی علوم کی تعلیم کے ساتھ مختلف فنون کی تربیت بھی حاصل کی۔ ان کے والد اپنے زمانے کے اچھے تیر انداز تھے سوز نے بھی تیر اندازی میں کمال پیدا کیا۔ احترام الدین شاغل نے صحیفۂ خوش نویساں میں ان کا ذکر ایک اچھے خوش نویس کے طور پر کیا ہے[۱]۔ قائم چاند پوری[۲] اور بہت سے دوسرے تذکرہ نگاروں کے ہاں ان کے شفیعا اور نستعلیق میں کمال کا پتہ چلتا ہے۔ ہمارے پاس ان کے دیوان کا ایک خود نوشتہ نسخہ کا عکس محفوظ ہے جس کا ہر ورق میر سوز کی خوش نویسی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ شہ سواری اور سپہ گری سے بھی شغف تھا۔ اسپرنگر[۳] نے مردانہ کھیلوں میں مہارت کا تذکرہ کیا ہے۔ محمد حسین آزاد[۴] کے مطابق ان کی طاقت خدا داد اس قدر تھی کہ ہر ایک ان کی کمان کو چڑھا نہ سکتا تھا، موسیقی سے بھی دلچسپی تھی۔ ستار نوازی میں بھی دست رسا رکھتے تھے۔

اپنے عہد کی فضا سے متاثر ہو کر شعر گوئی کا آغاز کیا اور میر تخلص سے متخلص ہوئے گمان کیا جاتا ہے کہ سوز نے میر تخلص، میر تقی سے متاثر ہو کر رکھا لیکن فی الحقیقت ایسا نہیں ہے۔ رام بابو سکسینہ ہماری اس تردید کی تصدیق کرتے ہیں[۵] تاہم جب میر تقی میر نے ملک سخن کی تاجوری حاصل کر لی تو سید محمد میر نے تخلص تبدیل کروا لیا اور میر سے سوز کہلانے لگے ہماری تحقیق کے مطابق تخلص کی یہ تبدیلی ۱۱۷۵ھ/۱۷۶۱-۶۲ء کے اواخر یا ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲-۶۳ء کے آغاز میں عمل میں آئی۔[۶]

سوز نے احمد شاہ کی حکومت کے زمانے (۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ تا ۱۱۶۷ھ/۱۷۵۴ء) میں شاہی توپ خانے کی ملازمت بھی اختیار کی اس ملازمت میں قائم چاند پوری بھی ان کے شریک تھے[۷]۔ نادر شاہ کے حملوں سے جب سلطنت کا رہا سہا اعتبار بھی ختم ہو گیا تو سوز نے بھی دہلی کو خیر باد کہا اور تلاش روزگار میں

---

* ۹۲ - اسلام پورہ سرگودھا

فرخ آباد جا پہنچے یہاں قسمت نے یاوری کی اور انہیں نواب احمد خاں بنگش کے چہیتے رکن دربار مہربان خاں رند کی سرپرستی حاصل ہو گئی - ان کے بعد سودا بھی وہاں آگئے اور اس طرح رند، سودا اور سوز میں گاڑھی چھننے لگی - رند یار باش اور مجلس پسند آدمی تھے - میر حسن نے رند کو "با اہل سخن ہمیشہ سرگرم سخن وبا صاحب ہر فن چون روح در تن"[8] قرار دیا ہے - رند کو بقول مفتی ولی اللہ فرخ آبادی "دیوان کی سرکار میں بہت عزت"[9] حاصل تھی اور یوں بھی ان ریاستوں میں خوش حالی نے دم نہیں توڑا تھا اس لیے یہ قیام بہت یادگار رہا لیکن نواب احمد خاں بنگش کی وفات (جولائی ۱۷۷۱ء/ربیع الاول ۱۱۸۵ھ) کے ساتھ جہاں یہ دیوانی ختم ہوئی وہاں رند و سوز کی محبت بھی برہم ہو گئی -

سوز یہاں سے فیض آباد اور فیض آباد سے لکھنئو چلے گئے - جہاں انہیں نواب آصف الدولہ کی استادی میسر آ گئی - سوز اور آصف الدولہ میں جلد تعلق خاطر پیدا ہو گیا احمد علی خاں یکتا نے دستور الفصاحت میں لکھا ہے کہ :

"آصف الدولہ سچے دل سے ان کی با مزہ صحبت کے عاشق اور بہت عزت و احترام سے پیش آتے تھے" -[10]

یہاں میر تقی میر بھی ان کی طرح آصف الدولہ کی ملازمت میں تھے لیکن ان تینوں اصحاب کے درمیان ویسی کوئی مساوات قائم نہ ہو سکی جس نوع کی صحبت رند، سودا اور سوز کی رہی - ۱۲۱۲ھ/۱۷۹۷ء میں نواب آصف الدولہ کے انتقال سے یہ صحبت بھی برہم ہو گئی - سوز اس حادثے سے دل برداشتہ ہوئے - انہوں نے مرشد آباد اور ٹانڈہ وغیرہ کا رخ کیا لیکن پریشان خاطری کے تسلسل کے باعث واپس لکھنئو چلے آئے یہاں انہیں اپنی زندگی کا سب سے بڑا سانحہ پیش آیا - سوز کے لکھنئو پہنچنے کے کچھ ہی عرصہ بعد ان کا جواں سال بیٹا میر مہدی انتقال کر گیا - اس صدمے نے سوز کو ہلا کر رکھ دیا - میر مہدی کی یاد میں لکھے ہوئے سوز کے اشعار ان پر اس حادثہ کے اثرات کا پتہ دیتے ہیں - بیٹے کی وفات کے دو ماہ بعد ہی سوز ۱۲۱۳/۹۹ھ - ۱۷۹۸ء نے داعی اجل کو لبیک کہا -

ناسخ نے تاریخ کہی :

اٹھ گیا میر سوز دنیا سے
ہائے صاحب کمال واویلا
سال تاریخ ہے یہی ناسخ
شاعر بے مثال واویلا[11]

سوز کی زندگی کا اہم ترین اور یادگار دور وہی ہے جو انہوں نے مہربان خان رند اور مرزا رفیع سودا کی معیت میں بسر کیا۔ یہ دور جہاں سوز کی خوش حالی کے اعتبار سے اہم ہے وہاں سوز کے فنی مطالعہ میں بھی خاص اہمیت کا حامل ہے مہربان خاں رند شعر و سخن سے غایت دلچسپی رکھتے تھے لیکن غالباً خود موزونی طبع کی نعمت سے محروم تھے۔ اپنے ملازم (یا اس دور کی اصطلاح میں استاد) شعرا سے کلام لکھوایا کرتے سوز نے ان کے لیے کلام لکھا۔ آیا وہ کلام سوز نے انہیں لکھ کر بخش دیا یا بعد ازاں اسے پھر اختیار کر لیا ؟۔

آج کی صحبت میں ہم دیوان میر سوز کے جس قلمی نسخے کی بابت معلومات فراہم کر رہے ہیں اس کا مطالعہ اسی حوالے سے اہمیت کا حامل ہے۔

دیوان میر سوز اب تک مرتب ہو کر شائع نہیں ہوا ہے البتہ اس کے مختلف قلمی نسخے بعض کتب خانوں میں محفوظ ہیں جن کا مفصل تعارف ہم نے دیوان میر سوز کی ردیف الف کے مقدمے میں کروایا ہے۔[١٢]

اس وقت دیوان میر سوز کے جس مخطوطے کا عکس ہمارے پیش نظر ہے وہ ۲۱۰۵ سم × ۱۵۰۵ سم سائز کے ۲۴۸ اوراق پر مشتمل ہے سید میر (کاتب) کا صاف نستعلیق میں لکھا ہوا یہ نسخہ ترقی اردو بورڈ کراچی (پاکستان) کی لائبریری میں محفوظ ہے۔

چونکہ ہمارے محققین اور نقادوں نے سوز کی طرف بہت کم توجہ دی ہے اس لیے دیوان میر سوز کا یہ مخطوط بھی بالعموم نگاہوں سے اوجھل رہا ہے اس کا اولین اور بالوضاحت تذکرہ فائق رام پوری نے اپنے ایک مضمون میں بدین الفاظ کیا تھا۔

''ایک نسخہ غالباً ۱۲۴۵ھ کا مکتوبہ احسان دانش صاحب کی ملکیت رہ چکا ہے''[١٣]

یہاں غالباً کے لفظ سے یہ گمان ہوتا ہے کہ جب یہ تحریر لکھی گئی، فائق صاحب نے وہ نسخہ نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی وہ احسان دانش کی ملکیت میں رہا تھا کیونکہ ''رہ چکا ہے'' کے الفاظ نسخہ کے دانش کے ہاں عدم وجود کو ظاہر کر رہے ہیں۔

جب ہم اس عبارت کو اردو نامہ کے اولین شمارہ میں شائع شدہ ایک مختصر تحریر سے ملاتے ہیں تو ہمیں اس نسخے کے سفر کا پتہ چلتا ہے کہ اس نے احسان دانش کے ہاں سے کدھر کا رخ کیا۔ اردو نامہ کے اولین شمارہ کی ایک مختصر تحریر بعنوان نادرات (لکھنے والے کا نام درج نہیں) میں ذیل کا جملہ موجود ہے۔

"میر سوز کا کلام ان دنوں نایاب ہے لیکن ترقی اردو بورڈ نے ایک قلمی نسخہ مکتوبہ ۱۲۴۵ھ حاصل کر لیا ہے"۱۴

اس کے بعد یہ تذکرہ پھر وقت کی گرد تلے گم ہو گیا اور قریباً بیس برس بعد مشفق خواجہ کے مرتبہ و محققہ جائزۂ مخطوطات اردو جلد اول کے ذریعے اس کا نہ صرف یہ کہ تذکرہ زندہ ہوا بلکہ مفصل تعارف بھی اہل علم تک پہنچا۱۰۔ کہ اس میں غزلیات کی تعداد ۲۷۷ ہے اور اشعار کی مجموعی تعداد ۱۳۱۴ ردیف الف ۱۳۹، نون ۸۵، واؤ ۶۴، را ۳۲، تا ۱۱، لام ۱۵، میم ۱۳، ہائے ہوز ۱۶، ثاجیم ذال معجمہ صاد ضاد ظوئے ایک ایک خا، شین، عین، غین، قاف میں دو دو اور باقی ردیفوں میں دو سے زائد اور دس سے کم غزلیات ہیں۔

مشفق خواجہ نے اس کے اوراق کا شمار دیا جو ۱، الف تا ۲۳۰ ب ہے ہمارے پاس اس نسخے کا جو عکس موجود ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ اب اس نسخے پر صفحات کے نمبر بھی لگا دیے گئے ہیں اور یوں اس کے صفحات کی تعداد ۴۹۶ ہے۔

آغاز:

جز شکر قلم صفحہ پہ خلاق جہاں کا
چاہے جو کرے وصف تو منہ کیا ہے زباں کا

اختتام:

میں میں مت کہہ چھرہ سوز
تو میں میں بھنا نہ سوز

ترقیمہ: تمت تمام شد کار من نظام شد کاتب الحروف احقر العباد سید میر عفی اللہ عنہ تحریر فی التاریخ شہر جمادی الثانی روزسہ شنبہ ۱۲۴۵ھ (نومبر، دسمبر ۱۸۲۹ء)

ہر کہ خواند دعا طمع دارم
زانکہ من بندۂ گنہ گارم

اس نسخے کا احسان دانش کی ملکیت میں رہنا صفحۂ اول و آخر پر احسان دانش کے دستخطوں سے ثابت ہے۔ ''احسان دانش کاندھلہ ضلع مظفر نگر ۱۸ جولائی ۱۹۳۹ء'' علاوہ ازیں صفحۂ اول پر بھی احسان دانش کی ایک تحریر ہے۔

''اب تک جتنے مضامین میں حوالے دیے گئے ہیں ان میں سب سے مکمل ترین نسخہ ہے''[۱۶]۔

اب ہم اس نسخہ کے سب سے زیادہ توجہ طلب پہلو کی جانب آتے ہیں وہ یہ کہ اس میں آغاز سے لےکر صفحہ ۲۰۷ تک کی غزلیات کے تمام مقطعوں میں سے تخلص پر سیاہی پھیر دی گئی ہے اس طرح کہ ہر تخلص بالکل پڑھنے کے قابل نہیں رہا گو بعد میں کسی اور شخص نے ایک دوسرے اور نسبتاً بھدے قلم سے سطور کے اوپر سوز لکھ دیا ہے لیکن غالباً یہ زمانہ بعد کی اصلاح ہے۔

گذشتہ اوراق میں واضح کیا جا چکا ہے کہ سوز، رند کے ہاں ملازم رہے اور اس حیثیت میں وہ رند کو کلام لکھ کر دیتے رہے، ہم زیر نظر مخطوطہ کے مقطعوں میں مٹائے گئے تخلص پر رند کا قیاس کرتے ہیں کہ کاتب نے یہ غزلیات کلام رند سمجھ کر کتابت کی ہوں گی لیکن بعد ازاں کسی قاری یا مصحح نے حقیقت حال سے واقفیت کی بنا پر ان میں تخلص درست کر دیا۔ لیکن ہمارے اس قیاس پر دو اعتراضات ہو سکتے ہیں۔ اول یہ کہ جو کلام سوز نے رند کے لیے کہا اسے پھر دیوان سوز میں کیونکر شمار کیا جا سکتا ہے۔ دوم یہ کہ سوز کی طرح سودا بھی رند کے ملازم تھے کیا ضروری ہے کہ رند سے منسوب کلام کا تعلق سوز سے ہی ہو وہ سودا کا کلام بھی ہو سکتا ہے۔

پہلے اعتراض کا جواب ہمیں سعادت خاں ناصر کے تذکرہ خوش معرکہ زیبا سے ملتا ہے۔ ناصر نے ترجمہ رند میں لکھا ہے:

''اکثر وہی غزلیں میر سوز صاحب کے دیوان میں موجود اور نام رند کا ان میں سے نابود یہ نہ چاہیے جو چیز بالعوض گئی ہو اس کا دعویٰ انصاف سے بعید ہے واللہ اعلم بالصواب''[۱۷]

مشفق خواجہ کی تحقیق کے مطابق سعادت خاں ناصر تیرھویں صدی ہجری کی دوسری دہائی میں پیدا ہوئے[۱۸] یہ زمانہ میر سوز کے انتقال کا ہے اس اعتبار سے ناصر، سوز کے قریب تر تذکرہ نگار ہیں اور ان کی بات بنیادی اہمیت دیے جانے کی مستحق ہے اور ناصر کے متذکرہ بالا بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ رند کی

"راجدہانی" ختم ہونے پر سوز نے وہ کلام جو وہ رند کو لکھ کر دیتے رہے خود اختیار کر لیا تھا اور اسی بات پر ناصر نے ترجمۂ رند میں ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے۔

اب آئیے دوسرے ممکنہ اعتراض کی طرف :

میر حسن نے ترجمہ رند میں لکھا ہے :

"بسیاری کلامش را چون کلام سودا و میر سوز مر لوح دیوان خود می انگارد"۱۹

قدرت اللہ شوق نے طبقات الشعرا کے ترجمہ رند میں لکھا :

"اکثر اشعار در دیوان او یافتہ شد کہ آن را میر سوز نسبت بطرف خود می کنند و بعضی گویند کہ از مرزا رفیع است والعلم عنداللہ" ۔۲۰

قدرت اللہ شوق نے کسی قدر ملحقات کی تفصیل بھی دی ہے اور آخر میں لکھا ہے :

"علی ھذا القیاس اکثر غزلیات مربوط و مضبوط کہ داخل دیوان اوست آنرا بہ مرزا رفیع و سوز وغیرہ نسبت می کنند۔ خداوند کہ واقع از کیست" ۔۲۲

قاضی عبدالودود نے اپنے ایک مضمون میں شوق کا جو اقتباس دیا ہے اس کے مطابق "رند کے دیوان میں جو پچاس ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ سودا و سوز کے بکثرت اشعار ہیں" ۔۲۲

یہی وجہ ہے کہ مختلف تذکروں میں رند کا انتخاب دیتے ہوئے متعدد تذکرہ نگاروں نے سوز کے اشعار درج کیے ہیں کچھ یہی حال سودا اور سوز کے کلام کا بھی ہے کلیات سودا مرتبہ عبدالباری آسی اور نسخہ مصطفائی میں متعدد غزلیں ایسی ہیں جو (مقطعوں کے مصرعہ اولی کے علاوہ) بعینہ دیوان سوز میں موجود ہیں۔

ڈاکٹر ولی الحق انصاری نے پھر ایک مختلف مبحث میں اس موضوع کی طرف اشارہ کیا ہے کہ :

''سوز اور سودا کا کلام خلط ملط ہو گیا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ قدیم نسخہ سودا کا ہے یا سوز کا جس میں متنازعہ فیہ کلام شامل ہے اس سے اندازہ ہوگا کہ مہربان خان رند کے کلام میں صرف سوز کا حصہ ہے یا سودا کا بھی میری تحقیق کے مطابق بہت سی غزلیں جو سوز کی قرار دی جا رہی ہیں وہ حقیقتاً سوز کی ہیں'' ۔۲۳

یہ تمام اقتباسات و نکات اس اعتراض کی تائید کرتے ہیں کہ کیا ضروری ہے کہ رند سے منسوب کلام کا تعلق سوز سے ہی ہو وہ کلام سودا کا بھی ہو سکتا ہے ۔ اب ہم اس اعتراض کا جائزہ پیش کرتے ہیں :

سودا کے کلام کے ضمن میں نسخہ جانسن کو سب سے زیادہ مستند مانا گیا ہے کیونکہ یہ سودا کی زندگی میں کتابت ہوا اس نسخے کی تاریخ کتابت ڈاکٹر شمس الدین صدیقی نے اکتوبر ۱۷۸۰ء (مطابق شوال ذی قعدہ ۱۱۹۴ھ) اور جون ۱۷۸۱ء (مطابق جمادی الآخر ۱۱۹۵ھ) کے درمیان قرار دی ہے ۔ میر سوز کا انتقال ۱۲۱۳ھ/۹۹-۱۷۸۹ء میں ہوا گویا اس نسخے کی کتابت کے وقت سوز بھی زندہ تھے ۔ ڈاکٹر شمس الدین صدیقی کے نتائج تحقیق ہمیں بتاتے ہیں کہ کلام سودا کے ضمن میں

''نسخہ جانسن تمام نسخوں میں بہتر اور معتبر نسخہ ہے کیونکہ یہ سودا کی زندگی ہی میں اس کی عمر کے آخری حصے میں اس کی ہدایات کے تحت لکھا گیا اور سوائے مثنوی در ہجو فدوی کے اس نسخے میں اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جسے الحاقی یا مشکوک قرار دیا جا سکتا ہو'' ۔۲۴

ڈاکٹر شمس الدین صدیقی نے اپنے مرتبہ کلیات سودا میں جہاں سودا کا محقق کلام درج کیا ہے وہاں منسوب اور ملحق کلام بھی دیا ہے[۲۵] لیکن غزلیات کے چھ حصوں میں کسی حصہ میں بھی ایسی غزلیات نہیں ہیں جو سوز سے بھی منسوب ہوں یا جن کا انتساب رند کی جانب بھی کیا جاتا ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رند سے منسوب کلام کا تعلق صرف سوز سے ہے سودا سے نہیں ۔

قاضی عبدالودود اپنے ایک مضمون میں ملحقات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

''اردو میں سودا کے کلیات مطبوعہ میں میر سوز کی سو سے زیادہ غزلیں داخل ہیں اور ناقدین کرام کلام سودا کی خصوصیات کے بیان میں بے تکلف ان سے کام لیتے رہے ہیں'' ۔۲۶

قاضی صاحب کے اس بیان سے بھی کلام سوز کا سودا سے الحاق معلوم ہوتا ہے
قاضی صاحب نے ہی ایک اور جگہ اس بارے میں لکھا ہے :

''دیوان رند کے نسخہ مذکورہ (یعنی نسخہ کلکتہ - ناقل) کا یہ حال ہے کہ غالباً اس میں ایک شعر بھی ایسا نہیں جو سوز کے کسی نسخے میں نہ ہو لیکن ایک شعر بھی ایسا نہیں جو کلیات سودا کے کسی معتبر نسخے میں موجود ہو'' ۔[٢٧]

یہ تمام شواہد ہمیں اس نتیجے پر پہنچاتے ہیں کہ رند سے منسوب کلام کا تعلق میر سوز سے ہے سودا سے نہیں ۔

کلیات سودا کے جن نسخ میں سوز یا رند کا کلام پایا جاتا ہے وہ ساقط الاعتبار ہیں ۔ کم از کم ایک سو سات غزلیں ایسی ہیں جو سوز کی ہیں لیکن کلیات سودا کے غیر معتبر نسخوں میں پائی جاتی ہیں ۔[٢٨]

الحاقات کی اس بحث کے بعد ہم پھر مخطوطے کی طرف رجوع کرتے ہیں :
مخطوطے کا املا نستعلیق ہے اس کی خصوصیات درج ذیل ہیں :

* کاتب الف ممدودہ کی جگہ الف مقصورہ استعمال کرتا ہے ۔
* یائے مجہول اور معروف میں کسی قاعدے کی پابندی نہیں کرتا جہاں یائے مجہول لکھی جا سکتی ہے وہاں مجہول اور جہاں معروف لکھی جا سکے معروف لکھتا ہے ۔ اس میں بالعموم کتاب کی ضروریات کا لحاظ رکھا گیا ہے ۔
* ضمہ کی جگہ اس عہد کے رواج عام کے مطابق واو معدولہ لائی گئی ہے ۔
* کاف فارسی کی جگہ کاف تازی کا استعمال کیا گیا ہے ۔
* نون غنہ کی جگہ اعلان نون کرتا ہے ۔
* ہائے مخلوط سے گریز اور ہائے مختفی کی ترجیح عام ہے ۔
* الفاظ کی حد بندیوں کا لحاظ نہیں رکھا گیا ۔ جا بجا مرکبات وضع کیے گئے ہیں ۔
* تکرار حروف کے مقامات پر تشدید استعمال کی گئی ہے ۔

جہاں تک غزلوں میں تعداد اشعار کا تعلق ہے تو یہ نسخہ متعدد انتخابات پر فضیلت رکھتا ہے لیکن بجائے خود کامل تر نسخہ کہلانے کا حق دار نہیں ہے اس کے مقابلے میں برٹش میوزیم لندن میں محفوظ دیوان سوز کا نسخہ کامل تر ہے اس اعتبار سے نسخہ کے آغاز میں احسان دانش کی یہ اطلاع کہ ''اب تک جتنے مضامین میں حوالے دیے گئے ہیں یہ ان میں مکمل ترین نسخہ ہے''۔ درست نہیں ہے - اس کے صفحات کی تعداد اگرچہ لندنی نسخہ سے زیادہ ہے لیکن نسخہ لندن پندرہ سطری مسطر پر لکھا گیا ہے اور نسخہ کراچی کا مسطر گیارہ سطری ہے ہر صفحہ میں چار سطریں زیادہ ہونے کی وجہ سے ۳۷۸ صفحات کے اس مخطوطے میں تعداد اشعار ۵۶۷۰ ہو گئی ہے جبکہ نسخہ کراچی ۴۹۶ صفحات کے باوجود قریباً ۵۴۵۶ اشعار پر مشتمل ہے -

نسخۂ کراچی میں کہیں بھی غزلوں میں در آنے والے قطعات کو ممیز نہیں کیا گیا جبکہ نسخۂ لندن میں اس امر کا بہت اہتمام ہے -

اس نسخہ کی ایک اہم بات یہ ہے کہ اس میں کلام بالعموم میر سوز کے خود نوشتہ نسخہ کے مطابق ہے - اگرچہ اشعار کی تقدیم و تاخیر سے یہ بھی محفوظ نہیں ہے- اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ یہ نسخہ زمانی اعتبار سے میر سوز کے عہد سے زیادہ قریب ہے -

ترقی اردو بورڈ کراچی کے کتب خانے میں اس مخطوطے کا داخلہ نمبر ۱۴۳۳۴ ہے اور مختلف قارئین نے اپنے مطالعہ کی یادداشت درج کر رکھی ہے آغاز میں چار صفحات پر مشتمل ، خلیق نقوی اسکالر اردو بورڈ نے ایک تصحیح نامہ ایزاد کر دیا ہے -

---

اب ہم اس نسخے سے ایک غزل پیش کرتے ہیں اور پھر اس کے مقابلہ کے لیے لندنی نسخہ اور خود سوز کے نوشتہ نسخوں کا متن بھی دیا جائے گا تاکہ نسخے کی متنی حالت کا اندازہ لگایا جا سکے -

بعہد میر سوز ایک وقت میں شیخ علی حزین کی غزل

می گرفتیم بجانان سر راهی گاهی
او هم از لطف نهان داشت نگاهی گاهی

کا چرچا تھا مختلف شعرا نے اس زمین میں طبع آزمائی کی - سودا نے کہا :

نہیں جوں گل ہوس ابر سیا ہے گا ہے
کاہ ہوں خشک میں اے برق نگا ہے گا ہے

قلندر بخش جرأت نے کہا :

سرسری ان سے ملاقات ہے گا ہے گا ہے
صحبت غیر میں گا ہے سر را ہے گا ہے

آزاد نے زمانۂ بعد سے ذوق (یا بہادر شاہ) کا یہ مطلع بھی دیا ہے :

اس طرف بھی تمہیں لازم ہے نگا ہے گا ہے
دمبدم لحظہ بہ لحظہ نہیں گا ہے گا ہے

میر سوز نے اولاً یہ مطلع کہا :

نہیں نکسے ہے مرے دل کی اپا ہے گا ہے
اے فلک بہر خدا رخصت آ ہے گا ہے

سودا نے اس بندش پر طنز کی اور بقول آزاد کہا ”میر صاحب بچپن میں ہمارے پشور کی ڈومنیاں آیا کرتی تھیں یا تو جب یہ لفظ سنا تھا یا آج سنا“۔۲۹

آزاد نے آب حیات میں سوز کا یہی مطلع درج کیا ہے لیکن مختلف قلمی نسخوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ سوزؔ نے بعد کو یہ مطلع تبدیل کر دیا تھا۔ اس تبدیل شدہ مطلع کے ساتھ پوری غزل نسخۂ کراچی سے ذیل میں نقل کی جاتی ہے :

یوں تو نکلی نہ مرے دل کی اپا ہے گا ہے
اے فلک بہر خدا رخصت آ ہے گا ہے
جز تری خاک در اے دوست ہرب کعبہ
دل میں ہو کر ہوس عزت و جا ہے گا ہے
نہ شفاعت ہو پیغمبر کی نہ تیرا دیدار
ہو جو فردوس بریں پر بھی نگا ہے گا ہے
ہے وہ عشاق میں گردن زدنی سوختنی
الم زخم سے جو دل کے کرا ہے گا ہے
نعش کو میری، سر راہ ہی رہنے دینا
گر کرے قتل گنا ہے گا ہے [یہاں

حاشیہ لکھا گیا ہے ''رکھ کے سرے کچھ'']

منت باد صبا خاک کو ہے میری عار
ابھی روندے گا وہ باخیل سپاہے گا ہے
خرمن عمر بصد جان کروں میں قرباں
اس طرف دیکھے اگر برق نگاہے گا ہے
میں تری تیغ کی برش کی کروں سب میں ثنا
تو مرے زخم اٹھائے نہ سراہے گا ہے
ایک نے سوز سے پوچھا کہ صنم سے اپنے
اب بھی ملتے ہو بدستور کہ گاہے گا ہے
دیکھ منہ اس کا گھڑی ایک میں بھر کر دم سرد
یوں اشارت سے بتایا سر راہے گا ہے
بولو اے دوز خیو جھوٹ نہ کہیو اب بھی
سوز سا تم میں ہوا نامہ سیاہے گا ہے۳۰

[املائی ترامیم: مرکبات کا انفصال، یائے معروف و مجہول کی باہم تبدیلی، کاف تازی کی جگہ کاف فارسی کا استعمال، نون کے اعلان کی بجائے نون غنہ، ہائے مختفی کی جگہ ہائے مخلوط]۔

اب اس غزل کی صورت نسخہ لندن میں ملاحظہ ہو:

یوں تو نکلی تو میرے دل کی اہاہے گا ہے
اے فلک پھر خدا رخصت آہے گا ہے
جز تری خاک در و دوست برب کعبہ
دل میں ہو گر ہوس عزت و جاہے گا ہے

قطعہ

بشفاعت ہو پیمبر کی نہ تیرا دیدار
ہو جو فردوس بریں بھی لگاہے گا ہے (کذا)
جان پر برق پڑی کھائے ہوئے تیری نگاہ
دل میں شیشے کے بھی کرتے ہو پناہے گا ہے
ہے (کذا) عشاق میں گردن زدنی سوختنی
الم زخم سے جو دل کے کراہے گا ہے

قطع

نعش کو میری سر راہ ہی بہائے دینا
گر کرے قتل وہ کچھ رکھ کے کنا ہے گا ہے
منت باد صبا خاک کو ہے میری بیمار (کذا)
ابھی رولدے گا وہ ناصیل (کذا) سپا ہے گا ہے

قطع

خرمن عمر بصد جان کروں میں قربان
اس طرف دیکھے اگر برق لگا ہے گا ہے
میں تری تیغ کی برش کی کروں سب میں ثنا
تو میر (۱) زخم اٹھائے نہ سراہے گا ہے
بولو اے دوزخیو جھوٹ نہ کہیو اب بھی
سوز سا تم میں ہوا نامہ سیاہے گا ہے

قطع

ایک نے سوز سے پوچھا کہ صنم سے اپنے
اب بھی ملتے ہو بدستور کہ گاہے گاہے
دیکھ کر منہ کو گھڑی ایک میں بھر کر دم سرد
یوں اشاروں سے بتایا سر راہے گاہے[۳]

اب ہم اس غزل کے دونوں متنوں کا موازنہ میر سوز کے خود نوشتہ متن سے کرتے ہیں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ کس نسخے کا متن اصل متن سے قریب تر ہے اور کس میں غزل کے اشعار کی تعداد کا اختلاف ہے۔

مخففات کی توضیح :

ل = لندن ، نسخہ لندن ۔ ک = کراچی ، نسخہ کراچی

س = سوز ، نسخہ میر سوز کا خود نوشتہ نسخہ سوز

پہلا شعر :
ل : نکلی تو
ک : لکلی نہ
س : لکلی نہ

دوسرا شعر
ل : خاک درو دوست
ک : خاک در اے دوست
س : خاک در اے دوست

تیسرا شعر
ل : بشفاعت ہو پیمبر
ک : نہ شفاعت ہو پیغمبر
س : نہ شفاعت ہو پیمبر

مصرعہ ثانی

ل : فردوس بریں بھی لگاہی
ک : فردوس بریں پر بھی لگا ہے
س : فردوس بریں پر بھی لگا ہے

چوتھا شعر

مصرعہ ثانی
ل : دل میں شیشے کے بھی کرتے ہو پنا ہے گا ہے
ک : پورا شعر موجود نہیں ہے
س : دل سے سینہ کے لیے کر ہو پنا ہے

پانچواں شعر
ل : ہے عشاق میں
ک : ہے وہ عشاق میں
س : ہے وہ عشاق میں

چھٹا شعر
ل : سر راہ ہی بہائے دینا
ک : سر راہ ہی رہنے دینا
س : سر راہ ہی رہنے دینا

مصرعہ ثانی

ل : گر کرے قتل وہ کچھ رکھ کے گنا ہے گا ہے
ک : گر کرے قتل گنا ہے گا ہے (؟)
س : گر کرے قتل وہ کچھ رکھ کے گنا ہے گا ہے

ساتواں شعر
ل : منت باد صبا خاک کو ہے میری بیمار
ک : خاک کو ہے میری عار
س : خاک کو ہے میری ننگ

مصرعہ ثانی
ل : آپ ہی روندے گا وہ ناصیل سپاہے
ک : ابھی روندے گا وہ باخیل سپاہے
س : آپ ہی روندے گا وہ باخیل سپاہے

آٹھواں شعر
ل : میں قربان
ک : میں قربان
س : میں تو نثار

نواں شعر
ل : کی برش کی کروں سب میں ثنا
ک : کی برش کی کروں سب میں ثنا
س : کی برش کا کروں سب میں ثنا

مصرعہ ثانی
ل : میرا زخم اٹھائے
ک : مرے زخم اٹھائے
س : مرے زخم اٹھائے

دسواں شعر
(ک میں) ع دیکھ منہ اس کا — الخ ل میں ع بولو اے دوزخیو — الخ
س میں ترتیب ل کے مطابق ہے

گیارھواں شعر
(ک میں یہ شعر نویں نمبر پر ہے)

بارھواں شعر
(ک میں یہ شعر دسویں نمبر پر ہے)
ل : دیکھ کر منہ کو
ک : دیکھ منہ اس کا
س : دیکھ کر منہ کو

مصرعہ ثانی
ل : یوں اشاروں سے بتایا
ک : یوں اشارت سے بتایا
س : یوں اشارت سے بتایا

نسخۂ لندن میں اس غزل کو چار قطعات میں تقسیم کیا گیا ہے لیکن نسخۂ کراچی میں کسی قطعے کا نشان نہیں ملتا اور یہی معاملہ نوشتۂ سوز کا ہے البتہ ایک فرق بہت واضح ہے کہ درج ذیل قطع بند دو اشعار :

ایک نے سوز سے پوچھا — الخ   دیکھ کر منہ کو — الخ

غزل میں آٹھویں اور نویں اشعار کے مقام پر لائے گئے ہیں جبکہ لندنی نسخہ میں ان کا مقام گیارہویں بارہویں شعر کا ہے اور نسخۂ کراچی میں چونکہ اس غزل کا ایک شعر کم ہے اس لیے اس کی ترتیب اشعار نسخۂ سوز کے قریب تر قرار پاتی ہے یہی حال اشعار کے متن کا بھی ہے ۔ ان شواہد کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ میر سوز ، ان کے کلام اور الحاقات کے مطالعہ کے ضمن میں نسخۂ کراچی بنیادی اہمیت کا حامل ہے اور اس نسخے سے مقابلہ کیے بغیر دیوان سوز کا کوئی مطالعہ مکمل نہیں ہو سکتا ۔

حوالہ جات اور حواشی

۱۔ احترام الدین احمد شاغل عثمانی : صحیفۂ خوش نویساں نئی دہلی : ترقی اردو بیورو ۱۹۸۷ء، ص ۱۹۱

۲۔ قیام الدین قائم چاند پوری : مخزن نکات مرتبہ اقتدا حسن لاہور : مجلس ترقی ادب ، ۱۹۶۶ء ص ۱۳۱

۳۔ اسپرنگر : یادگار شعراء مترجمہ طفیل احمد لکھنئو : اتر پردیش اردو اکادمی ۱۹۵۸ء، ص ۹۵

۴۔ محمد حسین آزاد ; آب حیات ، لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز ۱۹۵۷ء ص ۱۹۴

۵۔ رام بابو سکسینہ : تاریخ ادب اردو مترجمہ مرزا محمد عسکری مرتبہ ڈاکٹر شبنم کاشمیری، لاہور، علمی کتب خانہ س ن، ص ۱۱۴

۶۔ اس موضوع پر ہمارا مقالہ ''میر سوز—تبدیلی تخلص کا مسئلہ'' کے عنوان سے رسالہ ''اردو'' میں زیر اشاعت ہے ۔

۷- قائم چاند پوری : محولہ بالا، ص ۱۳۱

۸- میر حسن : تذکرہ شعرائے اردو مرتبہ حبیب الرحمن شروانی، دہلی: انجمن ترقی اردو ۱۹۴۰ء، ص ۷۵

۹- ولی اللہ فرخ آبادی : عہد بنگش مترجمہ شریف الزمان شریف مرتبہ محمد ایوب قادری، کراچی : اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ ۱۹۶۵ء، ص ۲۸۸

۱۰- احمد علی خاں یکتا : دستور الفصاحت مرتبہ امتیاز علی خان عرشی، رام پور : ۱۹۴۳ء، ص ۵۲

۱۱- تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو ہمارا مقالہ ''میر سوز۔ درویش یا اداکار''

۱۲- زاہد منیر عامر : دیوان میر سوز (تدوین ردیف الف) تحقیقی و تنقیدی مقالہ (غیر مطبوعہ) مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور

۱۳- فائق رام پوری : میر سوز مقالہ مطبوعہ اورینٹل کالج میگزین لاہور : یونیورسٹی اورینٹل کالج ایڈیٹر سید عبداللہ، ج ۳۸ عدد، ۱۵۰ ص ۸۰ (اگست ۱۹۶۲ء)

۱۴- نادرات : اردو نامہ (پہلا شمارہ) نگران ممتاز حسن ، اگست ۱۹۶۰ء، ص ۴۸

۱۵- مشفق خواجہ : جائزۂ مخطوطات اردو، لاہور : مرکزی اردو بورڈ ۱۹۷۹ء ج اول، ص ۵۴۸

۱۶- میر سوز : دیوان میر سوز (قلمی) مکتوبہ ۱۲۴۵ھ مملوکہ اردو لغت بورڈ کراچی صفحۂ اول

۱۷- سعادت خاں ناصر : خوش معرکۂ زیبا مرتبہ مشفق خواجہ، لاہور : مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۰ء ج اول، ص ۲۱۵

۱۸- مشفق خواجہ : تحقیق نامہ، لاہور : مغربی پاکستان اردو اکیڈمی ۱۹۹۱ء ص ۱۷۴

۱۹- میر حسن : تذکرہ شعرائے اردو مرتبہ حبیب الرحمن شروانی، دہلی : انجمن ترقی اردو ۱۹۴۰ء، ص ۷۵

۲۰- قدرت اللہ شوق : طبقات الشعرا مرتبہ ڈاکٹر نثار احمد فاروقی، لاہور : مجلس ترقی اردو ادب ۱۹۶۸ء، ص ۳۸۵

۲۱- قدرت اللہ شوق: محولہ بالا، ص ۴۸۸

۲۲- قاضی عبدالودود: کلیات سودا کا پہلا مطبوعہ نسخہ (مقالہ) در سویرا، شمارہ ۲۹، لاہور: سویرا آرٹ پریس (۱۹۶۱ء) ص ۵۵

۲۳- ولی الحق انصاری، ڈاکٹر: مقالات پر بحث مشمولہ تدوین متن کے مسائل (خدا بخش سیمینار) پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۸۲ء ص ۱۳۴

۲۴- شمس الدین صدیقی، ڈاکٹر: مستعملہ مخطوطات کی تفصیلات/کلیات سودا از مرزا رفیع سودا، لاہور: مجلس ترقی ادب ۱۹۷۳ء ج اول، ص ۱۷

۲۵- شمس الدین صدیقی: پیش لفظ کلیات سودا محولا بالا، ص ۸

۲۶- قاضی عبدالودود: اصول تحقیق (مقالہ) اردو میں اصول تحقیق مرتبہ ایم سلطانہ بخش، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان ۱۹۸۸ء ج دوم، ص ۳۲

۲۷- قاضی عبدالودود: کلیات سودا کا پہلا مطبوعہ نسخہ، مشمولہ سویرا- ۲۹ لاہور: سویرا آرٹ پریس (۱۹۶۱ء) ص ۵۵

۲۸- ان غزلیات کی فہرست قاضی صاحب کے محولہ بالا مضمون میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے- زاہد منیر عامر

۲۹- محمد حسین آزاد:آب حیات، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز ۱۹۵۷ء، ص ۱۹۶

۳۰- میر سوز: دیوان میر سوز (قلمی) مملوکہ اردو لغت بورڈ کراچی، ص ۱۳۴

۳۱- میر سوز: دیوان میر سوز (قلمی/عکس) مملوکہ برٹش میوزیم، لندن، ص ۳۳۰